خصوصی

خطاب بہ اہل علم

افادات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

ترتیب

محمد عبد القوی عفی عنہ

ناشر

اشرف العلوم

باسمہ تعالیٰ

خطاب خصوصی بہ اہل علم

افادات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ **محمد ابرار الحق** صاحب مدظلہم العالی

ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

ترتیب

محمد عبد القوی عفرلہ

پیشکش

الجامعۃ الاسلامیہ **اشرف العلوم** حیدرآباد۔ ۳۶۰۰۱۰ اے پی

باسمہ تعالیٰ

گزارش احقر ناقل

قدوۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مد ظلہم العالی نے ۲۰ صفر [illegible] کو دہلی سے مدراس تشریف لے جاتے ہوئے حیدرآباد میں دو روزہ مختصر قیام فرمایا تھا جو بلطفہ تعالیٰ ہمیشہ کی طرح بہت ہی نافع خاص و عام رہا۔ مقامی مجلس دعوۃ الحق نے دو اہم خطابات کا انتظام کیا تھا۔ علاوہ ازیں بھی حضرت والا مد ظلہ متعدد نشستوں میں خطاب فرماتے رہے۔

۲۲ صفر کو صبح ۹ بجے اپنی قیام گاہ پر اہل علم کے ایک خاص مجمع سے حضرت والا مد ظلہ نے خصوصی خطاب فرمایا۔ کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ حضرت آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے تھے لیٹے لیٹے کچھ باتیں ہو رہی تھی کہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور باہر موجود لوگوں کو بھی طلب فرمایا۔ اکثر اہل علم و دین تھے۔ پھر وہ قیمتی ارشادات ہوئے جو اگلے صفحات میں ہدیہ ناظرین ہیں۔ ...... مضمون کے دو حصے ہیں ایک ضرورت اصلاح اور دوسرے طریق اصلاح۔ یہ ترتیب بھی منجانب اللہ ہوگئی کہ جب پہلا مضمون ختم ہوگیا اور نشست برخواست ہونے لگی تو ایک اہل علم نے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت والا نے پھر سب کو بٹھا کر دوسرا مضمون بیان فرمایا۔

بات شروع کرنے سے قبل حضرت نے خود فرمایا کہ اسے محفوظ کر لیا جائے۔ احقر نے اسی وقت اشارات نوٹ کرلئے تھے۔ پھر اس خیال سے کہ دیر ہو جائیگی تو ان اشارات کی تفصیل ذہن سے نکل جائیگی اسی دن سپرد قرطاس کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت والا غایت مصروفیت کی بناء پر ملاحظہ نہ فرما سکے۔ البتہ اس رپورٹ پر سرسری نگاہ ڈالکر ازراہ شفقت و کرم اس کی طباعت کی اجازت مرحمت فرما دی۔

اکثر مخاطبین اس وقت چونکہ اہل علم تھے اس لئے احقر نے اس کا نام "خطاب بہ اہل علم" مناسب سمجھا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف سے اس خدمت کو قبول فرمائیں۔ آمین۔ اے اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اور پوری امت اسلامیہ کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ والسلام

یکے از خدام ___ محمد عبد القوی

باسمہ تعالیٰ

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ہادی لہ و نشہد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و نشہد ان سیدنا و مولانا محمد عبدہ و رسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ ازواجہ و اصحابہ و سلم تسلیما کثیرا کثیرا اما بعد

آپ حضرات جمع ہیں اچھا ہے ایک مضمون بیان ہو جائے۔ آپ حضرات کی برکت سے کچھ باتیں ذہن میں آئی ہیں جو بہت ضروری ہیں۔ مگر ان کی طرف توجہ اس وقت کم ہوتی جارہی ہیں۔

اہل علم کا مرتبہ بہت اونچا ہے

دین کے کام کرنے کے منافع کیا ہیں اور باعمل اہل علم حضرات کی کس قدر اہمیت ہے اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بنگلہ دیش میں ابھی حال ہی میں ایسا ہوا کہ جو علماء سیاست میں حصہ لیتے ہیں انہوں نے سوچا کہ ہم لوگوں میں جو مختلف امور میں اختلاف ہو جاتا ہے وہ کیسے دور ہو؟ اس کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ ان حضرات نے یہ طے کیا کہ اس کے

* خطبہ ماثورہ اس وقت حضرت نے نہیں پڑھا، تاہم برکۃً معمول کا خطبہ درج ہے۔

لئے علماء کرام کی ایک جماعت ہو جن کے فیصلے کو ہم سیاسی جماعت کے اہل علم مان لیا کریں۔ چنانچہ ان کی خواہش پر تیس پینتیس علماء پر مشتمل ایک جماعت تشکیل دی گئی۔ جسے انہوں نے اپنے اختلافات میں حکم تسلیم کرلیا، دیکھا آپ نے؟ ... یہ ہے بوریا نشین علماء کا مقام۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ علماء جو بھی فیصلہ دینگے ہم مان لینگے۔

اسی وجہ سے اہل علم کو متوجہ کیا جاتا ہیکہ اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر میں رہیں چونکہ ان پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ اور ان کا بہت اونچا مقام ہے۔ اب دیکھئے جو علماء سیاست میں مشغول تھے انہیں علمی خدمات میں مشغول علماء سے رجوع کرنا پڑا۔ ان کی نظر ایسے علماء ہی پر پڑی جو یکسوئی سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

حضرت حکیم الامت کی دقت نظر

اس صورت حال کو حضرت والا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ ایک دفعہ مولانا شبیر علی صاحب سے فرمایا میاں شبیر علی اب جو انقلاب آنے والا ہے آثار ایسے ہیں کہ اقتدار اور حکومت اہل دنیا کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔ اب زعماء اور علماء دونوں کے مستقل اور علیحدہ علیحدہ کام ہیں۔ زعماء کا کام ہیکہ وہ مسلمانوں کو من حیث القوم مٹنے نہ دیں اور علماء کا کام ہیکہ وہ ان کا من حیث المذہب تحفظ کریں۔

تو علماء کی بہت بڑی ذمہ داری اور بہت بڑا منصب ہے۔ انہیں تیار رہنے کی اور قوم کے حالات پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ان کی اصلاح حال کرسکیں اور مذہبی زندگی کو استوار اور درست رکھ سکیں۔

امت کے مصائب ٹلتے کیوں نہیں؟

آج منکرات پھیلتے جارہے ہیں۔ آپ حضرات اخبارات دیکھتے رہتے ہیں۔ کیسے کیسے حادثات پیش آرہے ہیں اور آئے دن برائیاں معاشرہ میں بڑھتی جارہی ہیں۔ لیکن آپ بتائیے ان کے انسداد اور روک تھام کی کماحقہ کوشش ہورہی ہے۔؟۔ انفراداً تو ماشاء اللہ ہورہی ہے۔ لیکن کیا جماعتاً بھی ہورہی ہیں۔ اکثر مقامات پر نہیں ہورہی ہیں۔ سارے ہندوستان میں چلے جائیے۔ مساجد کے لئے بھی منتظم ہیں۔ مدرسوں کے لئے ہیں۔ پوچھئے اس مسجد کا نظام کون چلارہا ہے؟ فلاں فلاں حضرات کی جماعت ہے۔ اس مدرسہ کا انتظام کون کررہا ہے؟ فلاں فلاں صاحب کی مجلس بنی ہوئی ہے۔ دین کا کام ہوتا ہے؟ ہاں صاحب فلاں جگہ مرکز ہے۔ جماعتیں آتی ہیں۔ بھلائیوں کو پھیلانے کا کام ہورہا ہے۔ لیکن یہاں کوئی ایسی جماعت بھی ہے جو برائیوں پر روک ٹوک اور اس کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کرے۔ اس کا جواب اکثر مقامات پر نفی میں ملیگا۔ میں نے مرادآباد میں یہ سوال کیا۔ حضرات اہل علم سے اور وہ لوگ

ماشاء اللہ اہل دیانت و تقویٰ تھے۔ وہاں کئی مدارس ہیں۔ اور دین کے کام ماشاء اللہ ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ نہی عن المنکر کا کام بھی ہو رہا ہے؟۔ کہا کہ علماء کرام منکرات کے سلسلہ میں وعظ فرماتے رہتے ہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر جماعتی سطح پر بھی یہ کام ہو رہا ہے؟۔ اس کام کے لئے کوئی جماعت ہے؟ معلوم ہوا کہ نہیں ہے۔ کیوں صاحب! جب اس کام کے لئے شریعت میں مامور بہا ہے تو پھر کہیں کہیں کسی کسی فرد کے کرنے سے یہ حکم کیسے پورا ہو جائے گا؟۔

ایک عام غلط فہمی

یہ ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے وہ یہ کہ عام طور سے لوگ جو کام ہو رہے ہیں انہیں کافی سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو بقیہ کام دین کے ضروری ہیں اور نہیں ہو رہے ہیں اس کی طرف دھیان نہیں جاتا۔ توجہ نہیں ہوتی۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ جو کام ہو رہے ہیں وہ نافع تو ہیں مگر کافی نہیں ہیں۔ مدارس نافع تو ہیں کافی نہیں ہیں۔ بھئی دیوبند میں اتنا بڑا مدرسہ ہے۔ سہارنپور میں اتنا بڑا مدرسہ ہے یہاں حیدرآباد میں بڑے بڑے مدارس ہیں۔ پھر دوسرے مدرسوں کی کیا ضرورت؟۔ اسی لئے کہ کافی نہیں ہیں۔ اسی طرح انفرادا علماء کا کام نافع تو ہے مگر کافی نہیں ہے۔ تبلیغ کی محنت ماشاء اللہ نافع تو ہے پورے عالم میں پھیل رہی ہے۔

اثرات و برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ بہت نافع ہے۔ مگر کافی یہ بھی نہیں ہے۔ ایک ہی جماعت کیا ضروری ہے کہ سب کام کرے اور دشوار بھی ہوتا ہے۔ تو پھر اس کام کا نام تبلیغ عوام نے رکھ دیا۔ ورنہ یہ نام بڑوں کا رکھا ہوا ہے اور نہ ہی تبلیغ شرعی کا اس کام پر اطلاق ہوتا ہے۔ سب ہی جانتے ہیں کہ تبلیغ شرعی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے۔ چنانچہ خود حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ نام ہم نے نہیں رکھا۔ اگر میں اس جماعت کا نام رکھتا تو نمازی تحریک رکھتا۔ تبلیغی جماعت نہ رکھتا۔ اور اب اگر پڑ گیا ہے یہ نام تو اس میں کیا حرج ہے؟۔ رہنے دیا جائے۔ مگر تبلیغ کا جو حصہ عملاً و جماعتاً متروک ہے اس سے غفلت تو نہیں برتی جاسکتی۔ وہ بھی ایک اصلاحی کام ہے۔ ہونا چاہئے۔

آج مجھے سمجھ میں آیا

اس غلط فہمی پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ میں جب امریکہ گیا تھا تو وہاں ایک مسجد میں عرب امام تھے۔ اچھے عالم ماشاء اللہ ان سے میری ملاقات ہوئی۔ کچھ گفتگو ہوئی تو بہت مسرور ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان سے کچھ لوگ آتے ہیں وہ اسکو تبلیغی جماعت کہتے ہیں یہ کون لوگ ہیں اور انکے خیالات کیا ہیں؟ میں نے ان سے کہا یہ لوگ

اہل حق ہیں۔ اور ہمارے اکابر ہی سے ان کا تعلق ہے۔ جب انھوں نے سنا کہ اہل حق ہیں ان کا منشا یہ تھا کہ دین تو صرف چھ باتوں کا نام نہیں ہے۔ اور وہ اسی کی بات کرتے ہیں۔ آپ انھیں صحیح بھی کہتے ہیں؟۔ ایسے موقعہ پر میرا معمول ہے کہ میں دل ہی دل میں مشائخ سلسلہ کے توسل سے دعا مانگ لیتا ہوں اور اللہ پاک مناسب جواب سے امداد فرماتے ہیں۔ میں نے فوراً دعا کی تو دل میں بات آئی میں نے ان سے کہا یہ تبلیغی نہیں اصلاحی جماعت ہے۔ ان کا منشا امت مسلمہ کی اصلاح و درستی ہے۔ اور اس کے لئے ایک طریق تجویز ہے۔ اس لئے ان امور پر زور دیتے ہیں۔ بس اس تقریر سے ان کی غلط فہمی دور ہو گئی۔ اور اس قدر مطمئن ہوئے کہ اٹھ کر پیشانی کو بوسہ دینے لگے۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ آج سمجھ میں آئی بات۔

علماء کرام وجد میں آگئے

اسی طرح لندن میں ہوا۔ وہاں کے معروف اور مقتدر علماء جمع تھے۔ ماشاء اللہ کافی کام کر رہے ہیں۔ مساجد کے ذریعے، جماعتوں کے ذریعے اور دوسرے طریقوں سے۔ میں نے انھیں یہی بات نہی منکرات کی ضرورت کی سمجھائی کہ یہ کام بھی ضروری ہے۔ ہونا چاہئے۔ پھر حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ کی دعوۃ الداعی میں سے ایک مضمون سنایا

۔ جو دعوۃ الحق کے کام سے متعلق ہی ہے۔ اس مضمون کو سن کر وہ علماء کرام وجد میں آگئے اور بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دقت نظر اور اس کام کی اہمیت کا اعتراف کیا۔

پھر آپ بھی اسی دروازہ سے داخل ہو جائیے

ہمارے ہاں ایک اور صاحب کا واقعہ پیش آیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تبلیغ کا کام ہو رہا ہے پھر آپ یہ دوسرا کام کیوں کر رہے ہیں۔ اسی میں لگ جائیے۔ میں نے کہا آپ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کیسا سمجھتے ہیں؟ کہنے لگے اہل حق اور بڑے عالم سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا پھر انھوں نے ہی تو یہ کام شروع کیا ہے۔ انھوں نے چلنے والے کاموں کو کافی کیوں نہیں سمجھا؟۔ جب آپ ان کو بڑا عالم مانتے ہیں تو ان کی بات کو کیوں نہیں مانتے؟۔ پھر میں نے عرض کیا کہ سب دین کے کام ہیں۔ سب کاموں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے اور دین کی حفاظت و اشاعت ہے۔ میں نے ایک حسی مثال سے بات سمجھانے کی لئے کہا کہ کسی مسجد کے تین دروازے ہوں باہر سے داخلے کے لئے۔ ظاہر ہے کہ ہر دروازہ میں داخل ہونے والا مسجد ہی میں آئیگا۔ کہیں اور تو نہیں جائیگا۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ اس مسجد میں کسی بھی دروازہ سے داخل ہو سکتے ہیں۔ کسی ایک کا پابند آپ کریں گے لوگوں کو؟ کہا ہاں۔ میں تو

ایک ہی دروازے کا پابند کرونگا ۔ میں نے کہا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے ۔ لیکن آپ کے اصول سے کہتا ہوں کہ ایسا ہے تو آپ بھی اس دروازہ سے دین میں داخل ہو جائیں ۔ یعنی دعوۃ الحق کے کام میں لگ جائیں

دعائیں کیوں قبول نہیں ہو رہی ہیں ؟

غرض یہ کہ میرے عزیزو دوستو بزرگو دین کے اس کام کی طرف یعنی نہی عن المنکر اور برائیوں کے مٹانے کے کام کی طرف جماعتی حیثیت سے توجہ نہیں ہو رہی ہے ۔ جو بہت فکر کی بات ہے ۔ آج پوری امت مصائب و مظالم میں گھری ہوئی ہے ۔ دوسرے ملکوں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے ۔ کیا ہمارے اعمال ان سے اچھے ہیں ؟ ۔ ہمارا حال بھی ایسا ہی ہو رہا ہے ۔ سارے عالم میں مسلمانوں کے لئے دعائیں ہو رہی ہیں ۔ حرمین شریفین میں ہو رہی ہیں ۔ مگر ان مصائب اور ان حالات میں کوئی تقلیل و کمی نظر آرہی ہے ۔ ؟ ۔ امت مسلمہ پر ایک نظر ڈال کر دیکھو لو کیا چیز ہے ؟ کیوں ایسا ہو رہا ہے ؟ وہی برائیوں کو مٹانے کی فکر نہیں ہو رہی ہے ۔ مصیبتوں کے اسباب دور نہیں کئے جا رہے ہیں ۔ محض دعائیں ہو رہی ہیں ۔

جب نافرمانیاں کھلے طور پر ہونے لگیں

اور حدیث پاک میں کیا آیا ہے ؟ دیکھو لو فضائل تبلیغ خصوصا

حدیث نمبر تین سے سات تک اور احادیث بھی اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی شرح بھی ۔ مثلا حدیث نمبر پانچ میں ہے ۔

(فضائل اعمال صفحہ نمبر ۱/۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہیکہ لا الہ الا اللہ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب کو دفع کرتا ہے ۔ جب تک کہ وہ اس کے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا اس کے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف کا کیا مطلب ہے ؟ ۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کی نافرمانیاں کھلے طور پر کی جارہی ہوں اور انہیں بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے ۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں

"اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیں کہ اس زمانہ میں اللہ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا اور کوئی حد ہے ؟ یہ کب فرمارہے ہیں ؟ آج سے ترسٹھ سال قبل فرمارہے ہیں ۔ فضائل تبلیغ لکھ کر ۶۳ سال ہوگئے ۔ اس وقت فرمارہے ہیں ۔ اور اب تو حال اس سے بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے ۔ پھر حضرت خود ہی سوال فرمارہے ہیں اور اس (برائیوں کے) روکنے یا بند کرنے یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی یا کوئی کوشش ہے ؟ ۔ پھر خود ہی جواب دے رہے ہیں اور بہت سخت جواب دے رہے ہیں کہ ہرگز

نہیں۔ مجھے تو توجیہ و تاویل کرنی پڑتی ہے کہ باعتبار عموم کے نفی فرما رہے ہیں۔ یعنی اکثر جگہ نہیں ہے۔ یا جماعتی حیثیت سے نہیں ہے۔ ورنہ کچھ کچھ اللہ کے بندے تو کر ہی رہے ہیں۔ میں نے ایک جگہ یہ مضمون سنایا تو ایک صاحب پوچھنے لگے یہ بات تبلیغی نصاب میں ہے؟۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ لوگ غور سے پڑھتے ہی نہیں۔ تو کیسے معلوم ہو۔

ورنہ اللہ تعالی اپنا عذاب تم پر نازل کردیگا

مشکوۃ شریف میں حدیث ہے (باب الامر بالمعروف ۴۳۶، صحیح سنن الترمذی ۲/۲۲۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا و الذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم لوگ ضرور اچھی باتوں کا حکم کرتے رہو۔ ولتنھون عن المنکر اور بری باتوں سے روکتے رہو۔ مستقل حکم دیا جارہا ہے برائیوں سے روکنے کا اور جمع حاضر کا صیغہ ہے۔ اور لام نون کی دو دو تاکیدیں ہیں۔ آگے کیا ارشاد فرما رہے ہیں غور سے سنو۔ او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ یا تو یہ کام کرو یا اللہ تعالی بہت جلد تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے گا۔ من عندہ فرما رہے ہیں۔ اپنے پاس سے عذاب کیا ہوتا ہے۔ پوری زندگی کا تلخ ہو جانے ثم لتدعنہ و لا یستجاب لکم (رواہ الترمذی) پھر تم اس سے

دعائیں مانگو مگر قبول نہ کی جائیگی۔ اب سمجھ میں آیا؟ کہ کیوں سارے عالم میں مسلمانوں کے لئے دعائیں ہونے کے باوجود مصائب گھٹتے نظر نہیں آرہے ہیں

علماء کرام اور ائمہ عظام اپنی ایک تنظیم بنائیں

یہ باتیں ہیں۔ میرے عزیز دوستو! میں اسی لئے عرض کیا کرتا ہوں ان اہل علم حضرات سے کہ وہ اس طرف خصوصی توجہ دیں۔ اپنی ایک جماعت بناویں۔ اور حضرات بھی شریک ہو جاتے ہیں تو ممانعت بھی نہیں ہے کسی کو۔ لیکن کام خاص طور سے اہل علم اور ائمہ کرام کی توجہ چاہتا ہے۔ کیونکہ ان کی وجہ سے اور ان کے ذریعہ سے کام سہل ہوگا۔ ہر شہر میں ائمہ کرام کی تنظیم بنائیں تاکہ کبھی کبھی مہینہ میں ایک آدھ بار جڑ کے بیٹھ سکیں۔ جمع ہو سکیں۔ پھر سوچیں اور مشورہ کریں کہ اس وقت کس منکر کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے پھر سب ملکر اس کام کا ایک ساتھ آغاز کریں۔ پھر دیکھئے کہ کیسا کام ہوتا ہے اور کیسا نفع ہوتا ہے۔ بنگلہ دیش میں کام بہت اچھی طرح ہو رہا ہے۔ شروع میں تو ایک آدھ صاحب لگے تھے اب ماشاء اللہ پورے ملک میں پھیل رہا ہے۔ اور ہر کام اسی طرح شروع ہوتا ہے پھر صحیح محنت سے بڑھتا ہے۔ اب ماشاء اللہ تین سو علماء کی جماعت بن گئی ہے۔ وہ حضرات اسی طرح جمع ہو کر مشورہ کر کے ایک عنوان طے کر لیتے ہیں پھر سب اسی عنوان پر بیان کرتے

ہیں۔ تین سو علما کا حلقہ معمولی ہوتا ہے ؟

اجتماعی کام کا فائدہ یہ ہے

مثال کے طور پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک بدعت یہ رائج تھی کہ میت کو قبر میں چت لٹاتے تھے اور منہ قبلہ کی طرف موڑ دیتے حالانکہ بالاتفاق حکم یہ ہیکہ میت کو قبلہ رو کروٹ پر لٹایا جائے (فتاوی رشیدیہ صفحہ [illegible]) اب ان حضرات نے مشورہ میں طے کیا کہ یہ حکم عام کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک جمعہ کو سب علماء نے یہ مسئلہ بتایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں تعجب سے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمارے امام صاحب نے آج یہ مسئلہ اس طرح بتایا ہے فورا دوسرا کہتا ہمارے امام صاحب نے بھی یہی کہا ہے۔ تیسرے نے کہا ہمارے امام صاحب نے بھی یہی کہا اس طرح خوب چرچا ہوا۔ لوگ رجوع ہونے لگے تو صحیح بات سامنے آنے لگی۔ یہ فائدہ ہوگا اس تنظیم کا اور اس طرح کام سہل ہوتا چلا جائیگا۔ ایک عالم اگر کہتا ہے تو لوگ آسانی سے تھوڑا ہی مانتے ہیں ؟ جماعتا فکر کی ضرورت ہے۔

مسجدیں اہل حق کے ہاتھوں سے نکلتی جارہی ہیں

آج فکر نہ کرنے اور حق بات نہ بتلانے کا نتیجہ کیا ہوگیا ہے ؟ لوگ باطل کو حق سمجھنے لگے ہیں اور حق کو باطل۔ عجیب معاملہ ہے اہل

باطل تو سنتوں پر نکیر کر رہے ہیں اور اہل حق کو بدنام کر رہے ہیں۔ اور لوگ ان کے کہنے میں آکر گمراہ ہوتے جارہے ہیں۔ لیکن اہل حق باطل کو باطل کہنے کا کام اکثر جگہوں پر چھوڑے ہوئے ہیں۔ بعض جگہوں پر ایسا ہوا کہ وہاں اسی فیصد مسجدیں اہل حق کی تھیں اب اہل بدعت کی ہوگئیں ہیں۔ ان کے قبضہ میں چلی گئیں۔ کیوں ؟ ان بیچاروں کو بتایا ہی نہیں گیا کہ سنت کیا ہے ؟ دین کیا ہے ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے ؟ اہل باطل نے انہیں خوب بتایا کہ یہ لوگ غلط ہیں۔ ہاں بتانے کا طریق عمدہ ہونا چاہیے۔

عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے

عنوان دل کش ہونا چاہیے۔ مجھے اپنا واقعہ یاد آیا کہ میں نے ایک مرتبہ تھانہ بھون میں عید کی نماز میں دیکھا کہ حضرت والا انور اللہ مرقدہ نے اعلان فرمایا عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے اور مجھے اس کا تحمل بھی نہیں ہے۔ لوگ سب نکل کر چلے گئے پھر میں جب فارغ ہوکر ہردوئی آیا تو مجھے عیدگاہ میں نماز پڑھانا ہوا۔ تو میں نے حضرت والا کو لکھا کہ کیا میں بھی یہاں اسی طرح اعلان کروں ؟۔ تو حضرت والا نے جواب لکھا کہ اس طرح نہیں بلکہ اس عنوان سے کہو کہ نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ سنت سے ثابت نہیں۔ دیکھئے بات تو ایک ہی ہے

لیکن عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ دھیرے دھیرے ہمارے ہاں اب کوئی بھی گلے نہیں ملتا حالانکہ بہت بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اطراف سے لوگ عید پڑھنے آجاتے ہیں۔ عنوان نرم ہونا چاہئے۔

مخالف حمایتی بن گئے

مجھ سے خود ایک صاحب نے اپنا واقعہ بتلایا کہ بمبئی کے لوگوں نے مولانا عبدالشکور صاحبؒ لکھنوی کو بلایا تھا تو ان لوگوں نے ان کے خلاف بہت پروپگنڈہ کیا کہ وہابڑا آرہا ہے۔ اور کہتے ہیں شب کو جب جلسہ ہورہا تھا تو میں خود ایک بڑا ڈنڈا لیکر گیا کہ وہ کچھ غلط بات تو کہیں پھر میں سر توڑ دوں اس ڈنڈے سے۔ خیر مولانا کا بیان ہوا تو وہ صاحب خود کہتے ہیں میں بیان سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ میں نے اعلان کیا کہ اگر اسی کا نام وہابی ہونا ہے تو میں بھی وہابی ہوں۔ اور پھر یہ صاحب ان سب اشرار کو جنہیں لیکر پروپگنڈہ کیا تھا خبردار کیا کہ آئندہ سے وہ ان علماء کے نام پر نہ آئیں۔

آج سے ہم سب وہابی ہیں

حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ بھی ایسے واقعات پیش آئے چنانچہ ایک دفعہ جب مفتی صاحب کانپور میں تھے تو ایک گاؤں میں حشمت علی صاحب کے بہت مرید تھے۔ آپ نے

۔ آپ نے حشمت علی صاحب کا نام سنا ہوگا؟۔ گاؤں کا بڑا بھی ان کا مرید تھا۔ حضرت مفتی صاحب کا وہاں بیان طے ہوا جو مجمع تھا اس میں اکثریت مخالفین کی تھی۔ مفتی صاحب نے بہت طویل بیان کیا معلوم ہوا کہ کافی دیر تک آپ کا بیان ہوتا رہا۔ بلکہ شائد صبح تک۔ جب بیان ختم ہوا تو مخالفین نے وہاں علی الاعلان کہدیا کہ اگر اسی کا نام وہابیت ہے تو آج سے ہم سب وہابی ہوجاتے ہیں۔ پھر حشمت علی صاحب کا دورہ ہوا تو مریدوں نے ان سے صاف کہدیا کہ آپ ہمارے بڑے پیر ہیں ہم آپ کی خدمت ضرور کرینگے مگر تقریر نہیں کرنے دینگے۔ یہ اثر ہوتا ہے اگر حکمت سے سنتوں کی طرف دعوت دی جائے۔ ان بیچاروں کو تو یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ لوگ گستاخ رسول ہیں۔

ایک دن میں بیس سنتیں سیکھ لیں

ایک دفعہ خود ہمارے ہاں مسجد میں ایک صاحب آئے جو اختلاف کی وجہ سے نہیں آتے تھے دوسری مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے۔ اس دن مجھ سے کہنے لگے کہ میں یہاں کے بارے میں بہت کچھ سنتا تھا اور اسی وجہ سے کبھی آتا بھی نہیں تھا۔ آج اتفاق سے آیا مجھے ایک نماز ہی میں بیس سنتوں کا علم ہوا۔ عصر کی نماز تھی اور ہمارے ہاں عصر کے بعد سنتوں کا ایک سلسلہ ہے تو کہنے لگے کہ ایک ہی دن میں بیس سنتیں

سنتیں سیکھ لیں۔ اور جہاں جایا کرتا تھا اب تک وہاں کچھ نہیں سیکھا تھا۔

ایک عالم کی حسن فہم وتدبیر

ایک عالم صاحب جب فارغ ہوکر اپنے وطن آئے تو انہوں نے ایک اچھی ترکیب کی کہ بریلی کو خط لکھا اور اس میں اپنا نام ظاہر کئے بغیر پوچھا کہ شامی عالمگیری وغیرہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ مستند یا غیر مستند؟ انہوں نے فتوی دیا کہ یہ سب کتابیں مستند ہیں۔ بس اب وہ جہاں جاتے یہ کتابیں اور یہ فتوی ساتھ رکھتے۔ اور ساری باتیں سنت کے مطابق لوگوں کو بتلاتے رہتے۔ جہاں کوئی اعتراض کرتا کتاب کھول کر دکھادیتے۔ ساتھ ہی فتوی بھی بتادیتے۔ مانے بغیر چارہ کیا تھا؟

آپ کے لئے تو پانچ گھنٹے کی اجازت ہے

بنگلہ دیش میں ایک مسجد بہت غالی قسم کے اہل بدعت کی تھی۔ وہاں اس قدر شدت کہ تبلیغی جماعت کا داخلہ ممنوع تھا۔ دعوۃ الحق سے وابستہ چند عالم وہاں پہونچے اور متولی سے خواہش کی کہ ہمیں تھوڑا وقت دیا جائے کچھ کہنے کے لئے۔ بات سلیقہ اور عمدگی سے رکھی تھی۔ انہوں نے کہا اچھا پندرہ منٹ کی اجازت دی جاتی ہے۔ ان لوگوں نے کہا پندرہ منٹ بہت ہیں۔ پانچ منٹ کافی ہیں۔ چنانچہ نماز کے بعد پانچ منٹ کا اعلان کیا۔ اور آیت اقیموا الصلوۃ پڑھ کر مختصر تشریح کی اور کہا کہ ہم

کہ کہ ہم لوگ حنفی ہیں اور احناف کے طریقہ پر نماز میں اکاون سنتیں ہیں۔ ہم دیکھ لیں کہ ہماری نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو فکر ہونی چاہیے وغیرہ۔ بس بات ختم کردی۔ متولی بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ جب بات ختم ہوئی تو کہنے لگے مولانا آپ کے لئے تو پانچ گھنٹے کی اجازت ہے۔ مولانا نے کہا کہ اب تو موقعہ نہیں ہے۔ پھر ان کی خواہش پر عشاء بعد ڈیڑھ گھنٹہ بیان کیا اور سامعین سب مخالف تھے لیکن بہت متاثر ہوئے۔

اصلی ہیرے الماریوں میں بند کئے ہوئے ہیں

میرے عزیزو! یہ برکت ہے سب سنتوں کی۔ آج ہمارا حال یہ ہیکہ ہمارے پاس اصلی ہیرے جواہر ہیں مگر ہم نے اسے الماری میں بند کرکے رکھا ہوا ہے اور دوسرے لوگ نقلی جواہر مارکٹ میں لے آئے ہوئے ہیں اور ان کو پھیلا رہے ہیں۔ اتباع سنت میں بڑا اثر ہے۔ ظاہرا بھی باطنا بھی۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرادآباد تشریف لے گئے۔ وعظ فرمایا تو وہاں کے مخالفین صرف زیارت کرکے مائل ہوگئے۔ ہاں چہرے بشرے سے متاثر ہوگئے۔ ایک شخص نے کہا اگر یہ دیندار نہیں تو پھر دنیا میں کون دیندار ہوگا۔ اگر یہ مسلمان نہیں ہیں تو

ہیں تو پھر کون مسلمان ہوگا؟ سچ ہے۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

ہماری کمزوری کی وجہ کیا ہے

ہم نے خمیرہ کھانا چھوڑدیا ہے۔ یعنی اتباع سنت، ورنہ ہم اتنے کمزور نہ ہوجاتے۔ آج اذان و اقامت تک صحیح نہیں ہے۔ نمازیں سنتوں کے موافق عام طور سے نہیں پڑھی جاتیں۔ اہل علم تک اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ مثلاً رکوع میں پیر پیچھے کی طرف جھکادینے کی عام عادت ہے۔ حالانکہ ٹانگوں کو سیدھا کھڑا رکھنا سنت ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب نے فرمایا رکوع نصف قیام ہے۔ یعنی کمر سے اوپر کا حصہ جھکایا جاتا ہے۔ اور نیچے کا حصہ بالکل اسی طرح رہتا ہے۔ جسطرح قیام میں ہے۔ سیکھتے نہیں سیکھنے کی فکر نہیں۔ مسجد میں داخل ہونے نکلنے کی سنتیں ہیں۔ ہم غور کریں کہ ہم میں سے کتنے لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ بعضے لوگ باتیں کرتے کرتے داخل ہوجاتے ہیں۔ بعض ویسے ہی بغیر دعا کے چلے جاتے ہیں۔ حرم شریف میں لوگ ساٹھ ستر ہزار خرچ کرکے آتے ہیں وہاں بھی خلاف سنت مسجد میں داخل ہوجاتے ہیں کیونکہ یہاں مشق کئے ہوئے نہیں ہیں۔ کیا حال ہورہا ہے؟ سونچو تو سہی۔

سہی۔

اپنی اصلاح کی فکر بہت ضروری ہے

بہر حال اہل علم حضرات کو خود اپنی اصلاح حال کی فکر بھی ضروری ہے۔ جاننا اور ہے عمل کرنا اور ہے۔ حضرت والا تھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اصلاح فرض ہے میں فتوی دیتا ہوں آج کل صحبت علماء اہل حق فرض ہے۔ چونکہ بغیر اس کے ایمان پر قیام دشوار ہوگیا ہے۔ اور ایمان کا تحفظ فرض ہے۔ تو اسکے اسباب کا اختیار بھی فرض ہے۔ جیسے نماز فرض ہے اصلاً مگر اسکے صحیح ہونے کے لئے وضو بھی تو فرض ہے۔

بیعت ضروری ہے یا اصلاح نفس؟

اصل چیز اصلاح نفس و تزکیہ قلب ہے۔ بیعت اصل نہیں ہے۔ کتابوں میں کہیں بیعت کو اہم کہا ہے اور کہیں اصلاح کو اہم بتلایا ہے۔ تو اس سے اشتباہ ہوگیا عام طور سے۔ حضرت والا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی کہ بیعت کی دو قسمیں ہیں۔ بیعت صوری ایک بیعت حقیقی۔ بیعت صوری یہ ہیکہ کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر توبہ کرلیجائے۔ اور حقیقی و اصلی بیعت اطلاع حالات اتباع ہدایات ہے۔ یہی دوسری قسم ضروری ہے۔ پہلی ضروری نہیں۔ مگر اب لوگ ظاہری

ہیں کہ مثلاً کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اصلاح چل رہی ہے۔ اب ان کا انتقال ہوگیا تو دوسرے سے تجدید بیعت ضروری سمجھتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ اکابر سے بیعت ہیں پھر بیعت کی درخواست کرتے ہیں حالانکہ تجدید ضروری نہیں۔ علاج جاری رہنا چاہئے۔ کام چلتا رہے۔ یہ ضروری ہے اور اس غلط فہمی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ لوگ بیعت تو بہت شوق و اہتمام سے ہوتے ہیں۔ مگر اس کے بعد نہ اطلاع حال نہ اتباع۔ برس دو برس کے بعد ملتے ہیں تو پوچھنا پڑتا ہیکہ کون؟ تو بتلاتے ہیں کہ میں آپکا مرید ہوں فلاں وقت بیعت ہوا تھا۔ یہ کیا طریقہ ہے اس سے کیا فائدہ؟۔ اصل طریقہ یہ ہیکہ مکاتبت اصلاحی کا آغاز کردیں۔ کبھی موقعہ ہو تو بیعت کی درخواست کرلیں۔ بیعت نفع کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ بعض لوگ حضرتؒ والا سے مکاتبت کے ذریعہ رجوع ہوئے اور اصلاح کی تکمیل کی حضرت والا نے انہیں اجازت عطا فرمادی۔ تب کہنے لگے حضرت میں تو بیعت بھی نہیں ہوں۔ فرمایا اس میں کیا حرج ہے؟۔ لاؤ اب کئے دیتے ہیں۔ اس لئے یہ خیال غلط ہے کہ بیعت اصل اور ضروری چیز ہے۔

اصلاح کا صحیح طریقہ کار مکاتب اصلاحی ہے

یہیں حیدرآباد میں ایک صاحب غیر متعارف آئے اور بیعت کی

بیعت کی درخواست پیش کردی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا نکاح ہوا ہے۔ کہنے لگے ہاں شادی شدہ ہوں۔ میں نے پوچھا کہ نکاح کرنے کے لئے آپ اسی طرح لڑکی کے گھر چلے گئے تھے کہ میرا نکاح کردیجئے۔ کہا نہیں۔ پہلے روابط قائم کئے گئے تھے اور اس کے بعد نکاح۔ میں نے کہا اسی طرح پہلے خط و کتابت کیجئے۔ اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ ہو پھر جب مناسبت ہو اور اطمینان ہوجائے گا تو بیعت بھی ہوجائیگی۔

ہم خیال پیر تلاش کرو

اسی طرح ایک اور صاحب کو میں نے ایسی درخواست کے جواب میں پوچھا کہ بیعت ضروری ہے یا اصلاح؟۔ انہوں نے جواب لکھا بیعت۔ میں نے کہا کہ آپ کے پاس ہوگی۔ میرے اکابر کے نزدیک تو اصلاح ضروری ہے۔ بیعت نہیں۔ پھر جب دونوں کی تحقیق میں تضاد ہے تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے میں مناسبت نہیں۔ اور مناسبت نہیں تو بیعت نہ ہونا چاہئے۔ نہ کرنا چاہئے۔ آپ اپنا ہم خیال مرشد تلاش کرلیں۔

مجھے یہ مال پسند نہیں

بعض لوگ بہت ذہین ہوتے ہیں۔ ایک صاحب میرے ہاں ہردوئی آئے کہنے لگے بیعت کرلیجئے میں نے انکار کیا کہنے لگے بیعت کے

معنی بیچنے کے ہیں۔ میں اپنے آپ کو بیچ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا جب کوئی چیز بیچی ہوتی ہے تو یہ بھی تو ضرور ہیکہ خریدنے والے کو وہ پسند ہوجائے۔ مجھے یہ مال پسند نہیں۔ میں نہیں خریدنا چاہتا ہوں۔ ایسے ہوتے ہیں لوگ۔ بس سمجھتے ہیں کہ ذہانت سے کام نکل جائے۔ اور یہ بات جو انہوں نے کہی علی الاطلاق صحیح بھی نہیں ہے۔ بیعت کے معنی اگر بیچنے کے ہی لئے جاویں تب بھی کیا جسم و جان بیچنا مراد ہے؟ (یہ تو حرام ہے) نہیں، بلکہ اپنی مرضی اور پسند کو بیچدینا یہ مطلب ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ نمبر تیس) تم میں سے کوئی شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنی خواہش کو میری شریعت کے تابع نکردے۔ اہل اللہ نبی کے نائب ہوتے ہیں اور ان کی طرف سے گویا وکیل۔ اور وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے معاملت کرتا ہے لہذا یہ خواہشات کو شیخ کے تابع کردینا ماجئت بہ کا تابع کرنا ہی ہوا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ پھر وکیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بھی تو ہو صحیح معنوں میں، اسکی علامت ظاہری کمال اتباع سنت ہے۔ اگر نہ ہو تو پھر ایسے شیخ کو چھوڑ کر الگ ہوجانا ضروری ہے۔

ہے۔

طریق میں نفع کے چار اصول

جب اپنی اصلاح کے لئے یہ کام ضروری ٹھہرا اور اس تقریر سے اس کا اچھی طرح ثبوت ہوگیا تو اب اسکی کچھ شرائط ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جامع انداز میں بیان فرمادیا ہے اور اسکو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شعر میں کہدیا۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لئے
اتباع و اطلاع و اعتقاد و انقیاد

دیکھئے جب کسی کو ڈاکٹر سے علاج کرنا پڑتا ہے تو اسی کے پاس جاتا ہے جس سے اسکو اعتقاد ہوگیا۔ اسنے کہا جانچ کراؤ خون کی فلاں فلاں چیز کی تو اب اسکو مانتا ہے اور کراتا ہے یہ انقیاد ہے جب رپورٹ آگئی تو وہ دوا تجویز کرتا ہے تو اب اس کو کھانا یہ اتباع ہے۔ پھر کھاتا رہے صورت حال کی اطلاع بھی کرتا رہے۔ بس جس طرح یہ چار چیزیں علاج جسمانی کے لئے ناگزیر ہیں اور آدمی اس پر عمل بھی کرتا ہے روحانی اصلاح کے لئے انہیں چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ بس جس طرح ان میں سے ایک پر بھی عمل نہ کرے تو صحت جسمانی مشکل ہے۔ اسی طرح

روحانی صحت بھی ان کے بغیر عادۃً محال ہے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمے فارغ مباش

اسی طرح خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

اس سے آدمی محروم ہو جاتا ہے

جو لوگ اصلاحی مکاتبت رکھنا چاہتے ہیں انہیں اجازت دی جاتی ہے لیکن کبھی کام زیادہ ہوتا ہے تو پھر مجازین کی فہرست دیدی جاتی ہے کہ ان سے رجوع ہوں، علاج مقصد ہے۔ نیول سرجن تک تو سب کی رسائی نہیں ہوتی۔ فزیشین سے کام چلایا جاتا ہے۔ اسی لئے اس میں عار نہیں محسوس کرنا چاہیے کہ ہمارے پیر بھائی ہی ہیں ان سے کیسے رجوع ہوں۔ بعض بزرگوں کے ہاں ایسا ہوا کہ انہوں نے اپنے بعض مریدوں کو اجازت دے رکھی تھی پھر جب ان کی رحلت ہوئی تو ان کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ شیخ سے غلطی ہوگئی جو ان کو شیخ بنادیا۔ شیخ ہی پر

معترض ہوگئے کہ ہم ان سے رجوع کریں یہ تو ہمارے ساتھی ہیں۔ یہ بات بہت غلط ہے اور نقصان دہ ہے۔ اس سے آدمی محروم ہو جاتا ہے۔

ایک واقعہ طالب علمی کے زمانے کا

مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آیا کہ جب میں سہارنپور میں پڑھتا تھا ہمارے قرات کے استاد تھے۔ قاری عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ بیمار ہوگئے ان کی جگہ پر دار التجوید میں ان کے صاحبزادہ بیٹھ گئے تھے وہ ہمارے ساتھی تھے بلکہ کنز تک پڑھ کے انہوں نے پڑھنا چھوڑ دیا تھا جب ہم وہاں پہونچے تو ہمارے ساتھی لوٹ آئے کہنے لگے ان سے ہم کیا پڑھیں۔ لیکن اللہ تعالے کے فضل سے میں چلا گیا پڑھنے بیٹھا تو انہوں نے مجھ سے کہا آپ کو میں نہیں پڑھاتا۔ آپ ابا جی سے پڑھئے۔ لیکن میں نے کہا کہ اس میں کیا بات ہے میں مشق کرتا رہا۔ دس پندرہ دن کے بعد قاری صاحب کی صحت ٹھیک ہوگئی۔ اب جو ساتھی ان کے غیاب میں نہیں آیا کرتے تھے وہ مستقل طور پر رہ گئے۔ غرض اس میں شرم کی کیا بات ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے

ذرا سوچئے کہ ہم راہ چل رہے ہیں۔ مئی جون کی گرمی ہے جوتا ٹوٹ گیا موچی کو تلاش کیا، نالے کے کنارے گندی جگہ، زمین پر سامنے کچھ

شرابور بیٹھا ہوا ہے۔ ہم نے کہا ذرا جوتا صحیح کر دو۔ وہ کہتا ہے دو صاحب اور پہلے سے ہیں ان کے بعد نمبر آئیگا۔ ہم کھڑے ہوئے ہیں لیکن ذرا بھی شرم نہیں محسوس کرتے نہ اسے شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم سے کہا جائے کہ صاف ستھری جگہ پر درس گاہ قرآن مجید میں، پنکھوں کی ہوا میں بیٹھ کر کسی معلم سے قرآن مجید درست کر لو تو ہم اسکو شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ہم شرم محسوس کرتے ہیں۔ کیا حال ہو رہا ہے؟

وہ اصلاح کا نہیں شہرت کا طالب ہے

غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص علاج کے لئے مشہور ڈاکٹر کی شرط لگائے تو کیا وہ عقلمند ہے؟ شہرت چاہئے یا ازالہ مرض؟ لیکن لوگ آج کل دین سیکھنے کے لئے مشہور کی شرط لگاتے ہیں۔ یہ شخص دین کا طالب نہیں بلکہ شہرت کا طالب ہے۔ اسلئے حضرت والا تھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے اہل تعلق تو بہت ہوتے ہیں مگر ان میں مخلص بہت کم ہوتے ہیں۔ مخلص وہ ہوتا ہے کہ جس طرح کہا جائے عمل کرے۔ چوں و چرا نہ کرے۔ بس اپنی اصلاح مقصود ہے۔ نہ منصب نہ شہرت نہ دولت۔

ائمہ کرام سنتوں پر عمل نہیں کرینگے تو مقتدی کیا کرینگے؟

بہرحال اہل علم میں بھی جو خامیاں ہیں انہیں اس کے ازالہ کی سعی کرنی چاہئے۔ ائمہ کرام بھی اپنی تربیت اور ظاہری و باطنی ترقی و

ترقی و اصلاح کا خیال فرمائیں۔ اذانیں نماز و وضع و قطع مسنون رکھنے کا اہتمام ہو۔ امام ہی اگر صحیح نہ ہوگا تو مقتدی کیسے صحیح ہوگا۔ امام اگر سنتوں پر عمل نہ کریگا تو مقتدیوں کو کون عمل کرائیگا۔

خواجہ صاحبؒ کے ایک شعر پر اشکال کا جواب

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کی عیادت کے لئے لکھنؤ گیا ہوا تھا فجر کی نماز ایک مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے امام صاحب نے جو مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ تھے مجھ سے کہا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ کے ایک شعر سے اہل علم کی تنقیص ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ کونسا شعر؟ کہنے لگے۔۔۔

دل میں لگا کے ان کی لو، کر دے جہاں میں نشر ضو
شمع تو جل رہی ہیں سو، بزم میں روشنی نہیں

اس میں علماء کی مخالفت ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اچھا آپ نماز کی سنتیں بتائیں۔ کسی طرح بارہ تک سنائے پھر خاموش رہے۔ میں نے کہا دیکھو بھائی۔ کسی بھی قاعدہ سے آپ پاس نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نماز کی سنتیں اکاون ہیں۔ آپ کم از کم دو تہائی تو بتلاتے مگر بارہ بتلا سکے ہو۔ یہی خواجہ صاحب فرمانا چاہ رہے ہیں کہ اوروں کو تو دکھا رہے

ہیں۔ بتاتے ہیں مگر خود اس پر عمل سے محروم ہیں۔ اس میں اعتراض کیا ہوا۔

چونکہ سب خاص ہیں میں نے اس لئے اس قدر تفصیل سے یہ باتیں بتلادیں بار بار موقعہ نہیں ہوتا۔ اس وقت یہاں اتنے لوگ بیٹھے ہیں۔ اس میں سے کتنے لوگ نماز کی سنتوں سے واقف ہیں؟ جب واقفیت نہیں تو عمل کیسا۔ پانچ دفعہ روزانہ نماز کے لے جاتے ہیں۔ کتنی دفعہ مسجد میں داخل ہونے کی سنتیں یاد رہتی ہیں؟ خود ہی فیصلہ کرو۔

بس اب دیر ہوگئی ایک جگہ جانا بھی ہے۔ اس لئے ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اور ہر مومن کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اور ہر مومن کو جملہ مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی النبی الکریم

نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی

پیا جس نے نہ میخانے میں جاکر جام عرفانی
وہ بن سکتا نہیں ہے دوستو! محبوب سبحانی
نہ روشن ہوگی جب تک تیرے دل میں شمع ایمانی
نہ آئیں گے نظر ہرگز تجھے اسرار پنہانی
نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے ہے کیا شے فضل یزدانی
نہ جب تک صدق دل سے ترک کردیں حظ نفسانی
کبھی آپ کو حاصل نہ ہوگا لطف روحانی
نہ چھوڑو گے اگر اعمال بد افعال شیطانی
نہیں ہوگا کبھی ہرگز تمہارا قلب نورانی

نہیں جس نے کیا پامال اپنے نفس سرکش کو
نہیں آزاد ، وہ آزاد ہو کر بھی ہے زندانی

نہ جب تک تزکیہ ہو نفس کا ، خطرہ ہی خطرہ ہے
رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے افکار شیطانی

تواضع ، انکساری ، خاکساری سے جو ہیں خالی
تکبر سے سمجھتے ہیں نہیں میرا کوئی ثانی

کہاں سے تو کہاں پہونچا ارے توبہ معاذ اللہ
لباس زہد و تقوی سے غضب ہے تیری عریانی

خدا جانے ، اڑا کر یہ کہاں لے جائیں گی ہم کو
الٰہی رحم فرمادے ہوائیں ہیں یہ طوفانی

ملی جس کو نہ صحبت شیخ کامل کی سمجھ لیجئے
وہ ہو سکتا نہیں ہے واقف اسرار ربانی

خدا سے گر تعلق ہو گیا پیدا تو سب کچھ ہے
نہیں تو کچھ نہ کام آئے گی یہ تیری گل افشانی

جو ہے قربان دل سے سرور عالم کی سنت پر
مبارک ، اس کی ہوگی دوستو جنت میں مہمانی

مبارک ہو مبارک ، ان کا جو بھی ہو گیا احمدؔ
اسے معلوم ہے کیا چیز ہے الطاف ربانی